امامیہ مشن لکھنؤ کا سینتالیسواں تبلیغی رسالہ

ذوالجناح

مصنفہ

حضرت فخر المحققین سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ

دام ظلہ العالی مجتہد العصر

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ
(پبلشر سید محمد رضا نقوی پرنٹر سید علی محمد جعفری)

Presented by Ziaraat.Com

امامیہ مشن لکھنؤ کی سینتالیسویں دینی خدمت

انجمن اثنا عشریہ (رجسٹرڈ) نئی دہلی کی مخصوص فرمائش پر جناب سید العلماء دام ظلہ سرپرست امامیہ مشن نے یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا جسے انجمن مذکور نے محرم ۱۳۵۵ھ میں چھپوا کر عظیم الشان جلوس ذوالجناح میں جو نئی دہلی سے نکلتا ہے تقسیم کیا۔

چونکہ یہ رسالہ اپنی نوعیت میں بے نظیر حیثیت رکھتا ہے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کو امامیہ مشن سے دوبارہ شائع کر کے اس کے بقاء دوام کا سامان کیا جائے چنانچہ انجمن مذکور کے ذمہ دار حلقہ سے اس کی اجازت حاصل کر کے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔

ضرورت ہے کہ تمام اُن مقامات پر جہاں جلوس ذوالجناح کے متعلق غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور اس کو سبب افتراق قرار دیا جاتا ہے اس رسالہ کی ہزاروں کاپیاں تقسیم کی جائیں اور اس جلوس کی حقیقی نوعیت کو ظاہر کیا جائے۔ والسلام

خادم مذہب

سید محمد رضا نقوی سکریٹری امامیہ مشن و کتوریہ اسٹریٹ لکھنؤ محرم ۱۳۵۶ھ

Presented by Ziaraat.Com

۱۹۶۲ ۱۹۵۹ ۷۸۲ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین

جس طرح آدم کی اولاد میں خدا نے ایسے انسان پیدا کیے جو اپنی قابل قدر خصوصیتوں کے سبب سے دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنا نام چھوڑ جائیں اُسی طرح عالم کی کائنات میں دوسری قسم کی چیزوں کے اندر بھی ایسے ایسے نمونے خلق کئے ہیں جن کے اعلیٰ صفات اُس جنس کے لئے فخر و ناز کا سبب بن سکیں۔

قدردانی ہر چیز کی اُس کے لحاظ سے ہونی چاہیے۔ ہر گزشتہ چیز جس سے ایسے اقوات کا تعلق ہو جو آیندہ نسل انسانی کیلئے سبق دینے والے ہوں وہ اس کی حقدار ہے کہ اُسکی یاد ہمیشہ تازہ رکھی جائے۔

قدر کے قابل صفت ہر شے میں قدر کے قابل ہے۔ اس میں کسی مذہب و ملت کی تفریق نہیں ہے۔ ایک دریادل صاحب جود و سخا انسان اپنی خصوصی صفت کے باعث ہر انسان کی محبت کا سبب ہے۔ ایک سچائی پر جان دینے والا جگر شخص ہر انسان کی عقیدت کا مرکز ہوتا ہے۔ ایک نیک دل خوش اخلاق آدمی کی ہر ایک تعریف کریگا یہ تمام انسانی اوصاف ہیں جن کا قدردان ہر انسان ہے۔ یہ چیزیں مذہب و ملت کے تفرقہ سے بالکل علیحدہ ہیں۔

اسی طرح غیر انسانی جاندار مخلوق میں امتیازی صفات ہر شخص کی توجہ کا باعث

ہو سکتے ہیں۔ مہذب اور متمدن جماعتیں یادگار قائم کرتی ہیں اور یاد تازہ رکھتی ہیں
اُن جانوروں کی بھی جو کسی اہم واقعہ میں کوئی نمایاں حیثیت رکھتے ہوں۔

آگرہ کے شاہی قلعہ کے باہر ایک گھوڑے کا مجسمہ نظر ضرور آئے گا جس کا سینہ
تک زمین کے اندر اور صرف سر گردن اُس کی باہر نمایاں ہے۔ اُس کو جستجو سے خود
دریافت کرنے پر پوچھنے لگے گا "یہ گھوڑا کیسا ہے" اُسے معلوم ہوگا کہ یہ گھوڑا ایک بہادر
شیر دل انسان کو قلعہ کی بالائی فصیل پر سے لیکر پھاندا تھا۔ اور سینہ تک ریگ
میں دھنس گیا تھا۔

ایسی انسانی ہمت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ انسان کے دل پر کیسا نقش قائم ہوتا
ہے؟ انسان کو کیا سبق حاصل ہوتا ہے؟ بہرحال ایسا ہی کچھ تھا جب بطور
یادگار مجسمہ کی صورت میں قائم رکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

کم از کم خود انسان کی قدر شناسی ہی ثابت ہوگی کہ وہ جانور کی بھی قدر کرتا ہے
اگر اُس سے کوئی نمایاں واقعہ رونما ہو جائے۔

اخبار بین طبقہ بے خبر نہیں ہوگا اُن واقعات سے جو روزانہ دوسرے ممالک
میں ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں معلوم ہوتا ہے کہ حیوان بھی قدر کے قابل ہو سکتا ہے
اور انسان کی انسانیت اُس کی قدر شناسی پر مجبور ہو جاتی ہے۔

حیوانی نسل میں ایسی مخلوق کی کمی نہیں ہے جو اپنی جنس کے اعتبار سے بلند
صفتوں کی حامل ہو۔ ایک کتا جو حیرت انگیز وفاداری کا [illegible]

جاتا ہے کہ اس کتے نے جو تھا غم والم کیلئے ہزاروں روپے صرف کر دیئے جاتے ہیں
ہیں اور مقابلہ بھی کیا جاتا ہے۔ جاپان کے کتے کا یہ واقعہ ابھی کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔ ہمارا
مذہبی روایت میں اصحاب کہف کے کتے کا قرآن مجید تک میں ذکر موجود ہے
اور وہ بھی انہی خصوصیتوں میں شریک کیا گیا جو اصحاب کہف کیلئے حاصل ہیں۔ وہ
جو یہ دنیا کی جدید تہذیب کا کارنامہ تھا اور یہ قدیم تاریخ کا قدیمی ورق۔

ایک مدت تک عیسائیوں کے گرجاؤں میں اس قسم کی تعظیم ہوتی رہی ہے جو حضرت
عیسیٰؑ کی سواری کے حیوان کا ان کے یہاں سمجھا جاتا تھا۔

اسلام میں اس دنبے کی یادگار قائم کی گئی جو حضرت ابراہیمؑ کے پاس ان کے فرزند
خلیل کے فدیہ قربانی کیلئے آیا تھا۔ اور ہمیشہ کیلئے ہر سال قربانی کا حکم دیکر اس کی
شبیہ منانے کا قانون جاری کر دیا۔

مسلمانوں کے سواد اعظم نے اس اونٹ اور محمل کی یادگار قائم کی جس پر ام المومنین
حضرت عائشہ سوار ہوئی تھیں اور اب تک مصر سے جو عربی تہذیب و تمدن کا گہوارہ
بنا ہوا ہے وہ محمل مکہ معظمہ بھیجی جاتی ہے۔

ہندو قوم تو ان یادگاروں کی قدر شناس یہاں تک ہے کہ وہ ہر اس جانور کو جس سے نوع
انسان کو فائدہ پہنچے اس نقطہ نگاہ سے اس کی تعظیم کرتی ہے جو پرستش کی حد تک سمجھا جا سکتا ہے
بیشک انسان کو گذشتہ واقعات کی یاد تازہ رکھنے کیلئے بھی ضرورت ہے کہ وہ ان
چیزوں کی یادگار رکھے جن کے ساتھ ان واقعات کا تعلق ہے۔

.ALAR JUNG ESTATE LIBRARY
(Oriental Sectio

Presented by Ziaraat.Com

عیسائیوں نے غیر جاندار چیز وہ سولی جس پر حضرت یسوع مسیح کو اُن کے خیال میں چڑھایا گیا ہے آج تک صلیب کی شکل میں قائم رکھی ہے جو ہر گرجا میں موجود رہتی ہے اور ہر عیسائی کی گردن میں آویزاں۔

اسلامی روایات میں حضرت ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ (مقام ابراہیم) مصلّٰی قرار دیا گیا کہ وہاں لوگ نماز پڑھیں، وہ پانی جو عین اسمٰعیل کے پیاس سے جاں بلب ہونے کی حالت میں نمودار ہوا تھا چاہ زمزم کے نام سے انتہائی متبرک قرار دیا گیا، کوہ صفا اور مروہ جہاں حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں سرگرداں پھری تھیں انھیں سعی کا محل بنا دیا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ارکان حج میں شبیہیں قائم کی گئی ہیں اُن گزشتہ واقعات کی جو اہم ہستیوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

وہ واقعات زندہ رکھنے کے قابل ہیں جو نسل انسانی کیلئے اچھے اچھے سبق دیتے ہوں، جو دل میں رحم و کرم کا جذبہ پیدا کرتے ہوں، جو وفاداری اور نیک شعاری کی قدر بتلاتے ہوں۔

یہ واقعات وہ ہوتے ہیں جو اگرچہ کسی خاص قوم یا جماعت ہی میں واقع ہوئے ہوں لیکن ان کا مفاد اور نتیجہ تمام نسل انسانی کے ساتھ یکساں حیثیت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اُن میں ہرگز کوئی تفریق نہیں ہونی چاہیے۔ وہ ہرگز فرقہ وارانہ حیثیت نہیں رکھتے اور نہ فرقہ بندی کا باعث ہوتے ہیں۔ اگر اُنھیں فرقہ بندی کے طور پر

Presented by Ziaraat.Com

ادا کیا جائے تو یہ کسی خاص جماعت کی غلطی ہوگی جس سے خود واقعہ کی افادی حیثیت اور ہمہ گیری کو نقصان پہنچے گا۔ اس لئے خود واقعہ اس طرزِ عمل کا شاکی ہوگا۔

کربلا کا اہم واقعہ جو ۶۱ سنہ ہجری میں دسویں تاریخ محرم کو رونما ہوا وہ اگرچہ مذہبی روایات کے اعتبار سے ایک خاص جماعت یعنی مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے لیکن حقیقتاً وہ اپنے نتائج کے اعتبار سے تمام دنیا کی تاریخ کا ایک اہم سبق آموز صحیفہ ہے۔ وہاں تمام انسانی اوصاف و فضائل عملی طور پر پیش کئے گئے تھے وہاں رحم و کرم، اخلاق و مروت، ثبات قدم اور استقلال، تحمل و ضبط نفس، ایثار اور ہمدردی، حق پروری اور حقیقت کوشی۔ یہ سب اور ان کے علاوہ تمام انسانی مکمل صفات تھے جو مجسم طور پر سامنے لائے گئے۔

اس لئے ہرگز کربلا کے واقعہ کی یادگار قائم کرنے اور اس واقعہ سے صحیح سبق حاصل کرنے کے تنہا مسلمان حقدار نہیں ہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان اس واقعہ کے اہم نکات اور تعلیمات سے بہرہ مند ہونے کا موقع رکھتے ہیں۔

حسینؑ کی ذات دنیا کے لئے نقطۂ اتحاد ہو۔ حسین کی ذات عالم کے لئے مرکز اجتماع ہے۔ حسینؑ کی ذات تمام دنیائے انسانیت کیلئے پیغام حیات ہے۔ حسینؑ کی ذات تمام نسل بشری کیلئے سامان نجات ہے۔

دنیا ہزاروں مسئلوں میں اختلاف رکھے۔ آپس میں دست و گریباں ہو مگر جب

شہید کربلا حسینؑ کی ہستی سامنے آئے گی یہاں ہا گروہ تمام افتراق دور ہو جائیں گے۔ یہاں اختلاف کی گنجائش نہ ہوگی۔ کسی مذہب کا ماننے والا ہو کسی ملت کا پیرو ہو۔ مذہب سے کام نہیں بالکل لا مذہب انسان ہو طبیعی ہو نیچری ہو دہری ہو جو بھی ہو لیکن اگر سینہ میں دل اور دل میں احساس رکھتا ہے تو واقعہ کربلا سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا

میں سچ کہتا ہوں کہ حسینؑ کی ذات تمام اختلافات سے بالاتر ہے۔ بھلا شیعہ کیا کہہ سکتے ہیں کہ حسینؑ صرف ہمارے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو حق نہیں وہ کہیں کہ حسین صرف ہمارے ہیں حسینؑ تمام دنیائے انسانیت کے ہیں۔ انھوں نے وہ کام کیا جس نے مٹتی ہوئی انسانیت کے نقوش کو ابھار دیا جس نے دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نئے سرے سے زندہ کر دیا، جس نے انسانیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچا دیا۔ انھوں نے اپنی جان دیکر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے وہ نمونہ قائم کر دیا جس کی پیروی ہمیشہ کیلئے معیار انسانیت رہے گی۔

یقیناً ایسے اہم واقعہ کی یادگار قائم کرنا ہر اُس صورت سے جو اس واقعہ کی یاد باقی رکھنے میں مفید ثابت ہو سکے ایک اہم انسانی فرض ہے۔

کربلا میں جس طرح حسینؑ ابن علیؑ کے ساتھی انسانوں نے وہ کارنمایاں کئے جس کی مثال صفحۂ تاریخ پر نہیں مل سکتی اسی طرح دوسرے ذی روح مخلوق یعنی جانور کو بھی یہ فخر ہے کہ اُس نے اخلاص و وفا کا ایسا نمونہ پیش کیا جو تاریخ میں یادگار رہے گا۔

وہ حسینؑ کا گھوڑا جو "ذوالجناح" کے نام سے موسوم تھا اس نے اپنے مالک کا ساتھ اس آخری وقت تک دیا جب کہ کوئی معین و مددگار کوئی خبر گیر و خبر رساں باقی نہ تھا۔

کسے نہیں معلوم کہ کربلا میں فرزند رسولؐ کے لئے پانی کا قحط ہو گیا تھا۔ بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ چھوٹے بچوں کیلئے جن میں علی اصغرؑ کا سا شیر خوار بھی ہو لب تر کرنے کے لئے پانی نہ موجود ہو تو گھوڑے پانی سے سیراب کئے جا سکتے ہوں گے ہرگز نہیں۔ اگر بچوں کے لئے سب سے آخری قطرہ پینے کے پانی کا صرف ہو سکتا ہے تو گھوڑے اس کے قبل سے پیاسے ہوں گے۔ اس کے بعد صبح سے سہ پہر کے وقت تک برابر سید الشہداؑ کو عرب کی تیز دھوپ گرم ہوا میں خیمہ گاہ سے میدان جنگ تک (جو کافی دور تھا) آنا اور جانا، ہر شہید کی شہادت کے وقت خیمہ کے پاس ہونا، اور جانکنی کے وقت میدان جنگ میں اس کے سرہانے۔ یہ تمام آمد و رفت گھوڑے کی پشت ہی پر ہوتی تھی۔ پھر حملے لڑائی اور وہ قیامت خیز لڑائی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ہے۔

سب سے پہلے آغاز جنگ تیروں کی بارش ہی سے ہوا تھا۔ اس کے بعد ظہر سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے جب تمام یزیدی فوج نے مجموعی طور پر تیروں کی بارش کی ہے اور ہزاروں تیروں کی باڑھیں ایک ساتھ چلی ہیں تو تاریخ گواہ ہے کہ اس کی سب سے بڑی زد گھوڑوں ہی پر ہوئی تھی چنانچہ فوج حسینی

کے زیادہ گھوڑے اس میں پے ہو گئے اور اکثر سوار پیادہ ہو گئے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس وقت "ذوالجناح" کو کوئی زخم نہیں آیا۔

وہ وقت کہ جب ہزاروں کی فوج کے سیلاب میں ایک تنہا حسینؑ ڈوبتے تھے اور دشمنوں کو منتشر کر کے باہر آتے تھے۔ نیزوں کے حملے بھی تھے اور تلواریں بھی، تیر بھی تھے اور تبر بھی۔ اس وقت کیا گھوڑا حسینؑ کا محفوظ تھا؟ اور کیا دشمنوں کے گھبرائے ہوئے حربے جو بیتابی کے عالم میں پڑتے تھے وہ مرکب کو صاف بچا لیجاتے تھے؟

جنگ کا واقفکار یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اس عظیم الشان جنگ میں گھوڑا حسینؑ کا ایک بہادر جاں نثار اور ایک وفاشعار معین و مددگار کا انجام دے رہا تھا۔ وہ یقیناً دشمنوں کو زد پر لاتا تھا، وار خالی کرتا تھا اور گرے ہوئے دشمن کو روندتا بھی تھا اور شکست بھی کرتا تھا۔

اس گیر و دار، اس جنگ و جدال، اس ہنگامۂ قتال میں، گھوڑے کی پیاس، اس کے سینہ کا التہاب، اس کے جگر کی سوزش اُسکے احساس سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر وہ وقت یادگار ہے کہ جب فوج سے میدان صاف ہوا، فرات کا دامن بالکل خالی ہو گیا حسینؑ نہر کے قریب آئے۔ گھوڑا اپنا نہر میں ڈالدیا اور یہ کہا یا اپنے طرز عمل سے ثابت کیا کہ "اے میرے باوفا تو بہت پیاسا ہو گا یہ پانی موجود ہے اپنی پیاس بجھا لے" اس وقت

کوئی نہیں، فرات کی موجیں گواہی دیں گی، ساحل فرات شہادت دے گا کہ گھوڑے نے اپنی گردن اٹھالی تھی، اپنا سر بلند کر لیا تھا، اپنا منہ بند کر لیا تھا، مطلب یہ تھا کہ میں ہرگز پانی نہیں پیوں گا جب تک آپ اس پانی سے سیراب نہ ہوں۔

حسینؑ نہر سے باہر نکل آئے اور گھوڑا بھی پیاسا نکلا۔

اب وہ وقت آیا کہ جب گھوڑے کی تمام کوشش جنگ ختم ہو چکی، جب اُس کی پشت اُس کے راکب سے خالی ہو گئی، جب اُس کے مالک کو چاروں طرف سے خون آشام دشمنوں کی تلواروں نے گھیر لیا۔ اُس وقت اُس کے لئے حسینؑ کی سب سے بڑی خدمت کا وقت آیا۔ اُس وقت اُس نے وہ کام انجام دیا جو اُس کے لئے مخصوص ہو گیا۔

اُس نے احساس کیا کہ اب مدافعت کا کوئی موقع باقی نہیں ہے۔ جنگ کا میدان دشمنوں سے بھرا ہے اور یہاں کوئی دوست نہیں ہے۔ وہ ابھی جاں نثاری و جانفروشی کر رہا تھا جہاد کے راستہ میں حسینؑ کا ساتھ دے رہا تھا۔ لیکن اب جبکہ اُس کا راکب اپنی منزل تک پہونچ گیا۔ جب کہ راستہ کی مسافت ختم ہو چکی، جب کہ سواری کا کوئی سوال باقی نہیں ہے تو اُس نے خود اپنے اس فرض کا احساس کیا کہ وہ بے کس و بے بس عورتوں کو جو خیموں میں اپنے والی و وارث کی خبر کی منتظر

تھیں جا کر اپنے مالک کی خبر پہنچا دے

اُس نے اپنی پیشانی خون میں تر کی، وہ سیدھا حضرت حسینؑ کے دروازہ پر پہنچا۔ اُس نے ہنہنا کر اپنی آواز اندر پہنچائی۔ منتظر سیدانیاں اُس کی آواز سنتے ہی دروازہ پر آگئیں۔ وہ دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اُس کا خالی زین، اُس کی رنگین پیشانی اُس کی کٹی ہوئی باگیں، اُس کا زخمی جسم، اُس کے جسم میں پیوست تیر وہ سب کچھ کہہ رہے تھے جس کی خبر دینے کو وہ دروازہ پر آیا تھا۔

یہ تھی آخری خدمت جو "ذوالجناح" نے انجام دی اور یہ ہے وہ یادگار واقعہ جو اس یادگار جانور کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یہی وہ یادگار ہے جو حسینؑ ابن علیؑ کی عزاداری کے سلسلہ میں "ذوالجناح" کی شبیہ نکال کر قائم کی جاتی ہے "ذوالجناح" زندہ ہے جب تک حسینؑ کا نام زندہ ہے۔ اپنے راکب کی بدولت وہ بھی ہمیشہ زندہ رہے گا اور اُس کی یادگار ہمیشہ قائم رہیگی

Presented by Ziaraat.Com